اقبال اور جدید اسلامی ریاست

Iqbal and the Modern Islamic State

ڈاکٹر وقار سلیم رانا
سمن آباد، فیصل آباد
ڈاکٹر محمد امجد عابد
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

Abstract:

Iqbal was a poet, philosopher and political leader. He is one of the leaders who brought Muslims out of despair and promised a bright future. He wanted such a modern Islamic state based on Islamic principles, in which Islam should be introduced in a modern way ,in short the problems of the present age and all the problems should be solved according to The Quran and The Sunna. If Iqbal's poetry and prose are studied in depth, we can clearly become acquainted with the features of Iqbal's modern Islamic State.

کلیدی الفاظ: قرآن، حدیث، اقبال، ریاست، اسلام

ایک صحت مند معاشرتی زندگی اور بلند مقاصدِ حیات کے حصول کے لیے ایک انسان کا اپنے جیسے دیگر انسانوں کے ساتھ میل ملاپ اور ربط و اختلاط بہت ضروری ہے۔ اس باہمی ربط و اختلاط کے مثبت ثمرات کے لیے ایک منظم معاشرے کی تشکیل لازمی شے ہے۔ یہ معاشرہ ایک مربوط و منظم ریاست کے بغیر وجود میں نہیں آسکتا کیونکہ ریاست وہ بلند ترین تمدنی ادارہ ہے جو انسان کے تمام معاشرتی معاملات کو قانون اور ضابطے کی روسے انجام دینے کے لیے وجود میں آتا ہے۔ انگریزی میں ریاست کے لیے لفظ (State) استعمال کیا گیا ہے جو کہ لفظ اسٹیٹس (Status) سے ماخوذ ہے۔ ریاست تمام بنیادی اداروں میں کلیدی اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ معاشرتی سالمیت واستحکام، امن وامان اور نظم ونسق کی حفاظت وضمانت ریاستی دائرہ کار میں آتی ہے۔ جس طرح ایک پختہ عمارت کی تعمیر ستونوں کے بغیر ناممکن ہے، بالکل اُسی طرح ریاست کے قیام کے لیے کچھ بنیادی اجزائے ترکیبی درکار ہوتے ہیں، جن میں آبادی، علاقہ، منظم حکومت اور خود مختاری [1] وغیرہ شامل ہیں۔ الغرض ریاست کسی بیرونی قوت یا قانون کے زیرِ تسلط نہیں ہوتی بلکہ اپنے اختیارات کے استعمال میں خود مختار ہوتی ہے۔

اقبال جس ریاست کا تصور پیش کرتے ہیں وہ ایک جدید اسلامی ریاست ہے۔ اس ریاستکو نظریۂ توحید پر قائم کیا گیا ہے۔ اس ریاست میں اقتدارِ اعلیٰ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اس ذاتِ باری تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کی حاکمیت ناقابلِ قبول ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں اور تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہ مختارِ کل ہے اور اسی کی حاکمیت ازلی و ابدی ہے۔ اس حوالے سے اقبال "بالِ جبریل" کی نظم "پنجاب کے دہقان سے" میں لکھتے ہیں:

یہی دینِ محکم، یہی فتحِ باب
کہ دنیا میں توحید ہو بے حجاب! (۲)

اس ریاست میں بسنے والے تمام افراد اس خدائے مطلق کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق زندگی بسر کرنے کے پابند ہیں۔ یہ قوانین قرآن و حدیث کی صورت میں موجود ہیں۔ قرآن کریم وہ عظیم کتاب ہے جو حضور ﷺ کے قلبِ اطہر پر نازل ہوئی اور حدیث سے مراد آپ ﷺ کے فرمودات و ارشاد ہیں۔ آپ ﷺ کی اتباع، اس ذاتِ باری تعالیٰ ہی کی اتباع ہے۔ چنانچہ اس جدید اسلامی ریاست میں ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ حضور ﷺ کی تقلید و پیروی کرے۔ بقول اقبال:

سالارِ کارواں ہے میرِ حجازؐ اپنا
اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا (3)

اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے جو نہ صرف دُنیوی بلکہ اُخروی زندگی میں بھی ہر انسان کی مکمل رہنمائی کرتا ہے۔ اسلام کا اصل مقصد و منشا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا پیام پوری دنیا میں پھیلایا جائے۔ ملتِ اسلامیہ کی جغرافیائی حدود کو وسعت دی جائے (4)۔ لوگوں میں ایک صحت مند مذہبی و معاشرتی زندگی کا شعور اجاگر کیا جائے اور ان کی ترقی و ترویج کے لیے کوشاں رہا جائے۔ اگر کوئی شخص اس ملتِ اسلامیہ میں شمولیت اختیار کرنے کا خواہاں ہے تو اسے چاہیے کہ وہ کلمۂ طیبہ پڑھے۔ جب کوئی شخص کلمۂ طیبہ پڑھتا ہے تو وہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ اس شخص کا تعلق خواہ کسی بھی علاقہ، رنگ و نسل یا لسان سے ہو، وہ ملتِ اسلامیہ کا حصہ بن جاتا ہے۔ اس شخص پر اسلامی قوانین نافذ ہو جاتے ہیں، وہ اسلامی اصول و ضوابط کے مطابق زندگی بسر کرنے کا پابند ہو جاتا ہے اور ملتِ اسلامیہ اس شخص کے حقوق کا مکمل تحفظ کرنے کی ضامن ہوتی ہے۔ اقبال ملتِ اسلامیہ کے ان زریں اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے ایک جدید اسلامی ریاست کے قیام کا مطالبہ کرتے ہیں۔

اقبال کہتے ہیں کہ بین الاقوامی سطح پر ملتِ اسلامیہ کی بھرپور سیاسی قوت اور اتحاد کو اجاگر کرنے کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے تمام مسلم ممالک کو جغرافیائی اعتبار سے خود مختار بنایا جائے۔ جب یہ تمام مسلم ممالک مستحکم ہو جائیں تو پھر ان تمام مسلم ممالک کو ایک منتخب کردہ امیر کے زیرِ اثر لایا جائے۔ اگر موجودہ حالات میں ایسا کرنا ممکن نہیں تو پھر انتظار کیا جائے اور ہر مسلم ملک اپنی اپنی جغرافیائی حدود میں رہتے ہوئے جدید اسلامی ریاست کی بنیاد رکھے اور اسلام کے نفاذ کو یقینی بنائے۔ اس حوالے سے اقبال کہتے ہیں:

> "In order to create a really effective political unity of Islam, all Muslim countries must first become independent: and then in their totality they should range themselves under one Caliph. Is such a thing possible at the present moment? If not today, one must wait.In the meantime, the Caliph must reduce his own house to oder and lay the foundations of a workable modern state."(5)

اقبال ایسی ہی جدید اسلامی ریاست کا مطالبہ اپنے خُطبہ اِلٰہ آباد میں کرتے ہیں:

> "I would like to see the Punjab, North-West Frontier Province, Sind and Baluchistan amalgamated into a single state ."(6)

اقبال خواہاں ہیں کہ پنجاب، بلوچستان، سندھ اور شمال مغربی سرحدی صوبہ (موجودہ خیبر پختونخوا) کو ملا کے مسلمانوں کے لیے ایک خود مختار ریاست قائم کی جائے۔ اقبال جس جدید اسلامی ریاست کی بات کرتے ہیں، وہ خالصتاً مسلمانوں کی ریاست ہے اور مسلمان ہی اس ریاست کے مستقل شہری کہلانے کے حق دار ہیں۔ اقبال کا خیال ہے کہ ایک ایسا معاشرہ قائم کیا جائے جس میں اسلام کے زریں اصولوں کی نمائندگی کی جائے اور آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرتے ہوئے افرادِ ریاست کو مصطفوی بنایا جائے۔(7)

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو مساوات، عدل و انصاف اور وسیع النظری کا پیغام لایا ہے۔ اسلام ہر شخص کی شخصی و انفرادی آزادی کا قائل ہے۔ اسلام میں جبر کا تصور نہیں۔ اسلام مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کی فلاح و بہبود کا بھی قائل ہے۔ اسی لیے اقبال بنی نوع انساں کے اتحاد کو نظریۂ توحید کا اصل جوہر اور لبِ لباب قرار دیتے ہیں۔ اس حوالے سے اقبال اپنے چھٹے خطبے میں لکھتے ہیں:

> "The essence of Tawhid, as a working idea, is equality, solidarity and freedom."(8)

جب شخصی سطح پر مساوات (Equality) اور آزادی (Freedom) کو فروغ ملے گا تب ہی اجتماعی سطح پر ریاستی استحکام (Solidarity) کو یقینی بنایا جائے گا۔ اقبال کے نزدیک ان ہی اصولوں کے ذریعے مسلم

اور غیر مسلم افراد میں اتفاق و اتحاد ممکن ہو گا۔ یہ اخلاقیات کی وہ بلند ترین سطح ہے جہاں جدید اسلامی ریاست میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کو بھی خوش آمدید کہا جاتا ہے۔ کوئی شخص خواہ یہودی ہو، عیسائی ہو، پارسی ہو، ہندو ہو، سکھ ہو، الغرض کسی بھی قوم، رنگ و نسل، لسان و علاقہ یا مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ اس جدید اسلامی ریاست میں ٹیکس ادا کر کے اپنے مذہبی عقائد و نظریات کے مطابق زندگی بسر کرنے کا حق دار ہے اور ریاست اس ٹیکس کے بدلے اس شخص کی مذہبی و معاشرتی زندگی، عزت و آبرو اور جان و مال کی ضامن ہو گی۔ ریاست اس شخص کے حقوق کا مکمل خیال رکھے گی اور قانون کی نظر میں یہ غیر مسلم شخص اور ایک مسلمان شخص دونوں برابر ہوں گے۔

اقبال اپنے خطبہ الٰہ آباد میں واضح انداز میں یہ کہتے ہیں کہ وہ دیگر قوموں کی رسوم و قوانین اور مذہبی و معاشرتی اداروں کی تہہ دل سے عزت کرتے ہیں اور بحیثیت مسلمان یہ ان کا فرض ہے کہ وہ بوقتِ ضرورت قرآنی احکامات کی روشنی میں ان کی عبادت گاہوں کو تحفظ دیں۔[9] یہاں یہ نکتہ قابلِ غور ہے کہ مجموعی اعتبار سے یہ ریاست صرف اور صرف اسلامی روایات و اقدار کے فروغ کے لیے قائم کی گئی ہے۔ اس جدید اسلامی ریاست میں غیر مسلم افراد اپنے عقائد و نظریات کی تبلیغ کے مجاز نہ ہوں گے تاہم اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلم اور غیر مسلم افراد مل جل کر اتفاق و اتحاد کے ساتھ اس ریاست میں رہ سکتے ہیں اور اتفاق و اتحاد کا یہ رشتہ ہم وطن ہونے کی بنا پر تو استوار ہو سکتا ہے مگر نظریے کی بنیاد پر نہیں۔

اقبال اس جدید اسلامی ریاست کے امیر کے تقرر کے حوالے سے خصوصاً خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنیؓ کے تقرر کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جب حضرت عمرؓ فاروق کے وصال کا وقت قریب آیا تو انھوں نے خلیفۂ سوم کے تقرر کے حوالے سے ایک مجلس شوریٰ تشکیل دی۔ جس میں حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف اور حضرت سعد ابن وقاصؓ شامل تھے۔ مزید یہ کہ حضرت عمرؓ نے اپنے صاحبزادے عبد اللہ بن عمرؓ کو یہ حکم دیا کہ وہ مشاورت میں ان چھ افراد کا ساتھ تو دے سکتے ہیں تاہم خلافت میں ان کو کوئی حصہ نہیں۔ حضرت عمرؓ کو سپردِ خاک کرنے کے بعد یہ چھ افراد اکٹھے جمع ہو گئے۔ حضرت عبد الرحمٰنؓ نے مشورہ دیا کہ ہم چھ میں سے تین افراد کو خود مختار کر دیں، اس طرح تین افراد اپنی رضامندی سے دستبردار ہو گئے اور آخر میں حضرت عبد الرحمٰنؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ باقی بچے۔ حضرت عبد الرحمٰنؓ نے خلافت سے عدم دلچسپی کا اظہار کیا اور ساتھ ہی ساتھ یہ رائے بھی دی کہ کیا تم دونوں مجھے خود مختار بناتے ہو کہ میں تم دونوں اصحاب میں سے کسی ایک کو امیر منتخب کر لوں؟۔ اس تجویز پر عمل کیا گیا اور حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ نے حضرت عبد الرحمٰنؓ کو خود مختار بنا دیا۔ حضرت عبد الرحمٰنؓ نے ان دونوں صحابہ کرامؓ کے متعلق لوگوں سے اعلانیہ، خفیہ، متفرق اور اجتماعی طور پر مشاورت کی۔ اس مشاورت میں پردہ نشین خواتین، طالبِ

علم، مدینہ کی طرف آنے والے مسافروں اور بدوؤں وغیرہ کو بھی شامل کیا[10]، الغرض حضرت عبدالرحمٰنؓ نے ہر اس شخص سے مشورہ کیا جسے وہ معتبر اور مناسب خیال کرتے تھے۔ اقبال اس انتخاب کو لائقِ تحسین نگاہوں سے دیکھتے ہیں کہ "حضرت عمرؓ کا خود اپنے فرزند کو خلافت کی امیدواری سے مستثنیٰ رکھنا"[11] ملوکیت، آمریت اور مطلق العنان فرماں روائی کی نفی ہے۔ یہاں یہ امر بھی غور طلب ہے کہ خلیفۂ سوم کے تقرر میں ہر شخص سے مشاورت نہیں کی گئی بلکہ صرف اُن افراد سے مشاورت کی گئی جن کو مشاورت کا اہل تصور کیا گیا۔ اقبال جدید اسلامی ریاست میں انتخاب کنندہ کے حوالے سے امام الماوردی کا نقطۂ خیال پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جن اشخاص سے رائے لی جائے وہ امورِ سلطنت کا ضروری علم رکھنے کے ساتھ ساتھ دور اندیشی، دیانتداری اور عدل و انصاف[12] جیسی صفات سے مزین ہوں۔ اقبال عصرِ حاضر کے جمہوری نظام سے نالاں ہیں کیونکہ یہ نظام صرف اور صرف بندوں کو گننے کے مترادف ہے[13] یعنی تمام افراد کو یکساں طور پر رائے دینے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ رائے دینے کے لیے کوئی معیار متعین نہیں کیا جاتا بلکہ صرف اور صرف اکثریت کی رائے کو اہمیت دی جاتی ہے جو کہ اس نظامِ جمہوری کا سب سے بڑا عیب ہے۔

عصرِ حاضر میں ریاستی زوال و انحطاط کا ایک بڑا سبب اکثریت سے ووٹ طلب کرنا ہے۔ حکمران اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرتے اور لوگوں کو طرح طرح کے سبز باغ دکھاتے ہیں۔ لوگ بے چارے اپنی کج فہمی کی وجہ سے ان حکمرانوں کے سراب کے اسیر ہو جاتے اور ان حکمرانوں کے ہاتھوں اپنا استحصال کرانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اقبال کی جدید اسلامی ریاست کی تعمیر و تشکیل کے لیے لازم ہے کہ انتخاب کنندہ کے لیے مذہبی یا تعلیمی معیارات مقرر کیے جائیں۔ مثال کے طور پر ووٹ دینے والا قرآن وحدیث کا بنیادی علم رکھتا ہو یا اس نے بی۔ اے وغیرہ کیا ہو۔ جب ایسے معیارات کا تعین ہو گا تو بہت بہتر نتائج بر آمد ہوں گے اور ایک بہتر حکمران کا انتخاب ممکن ہو گا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ فہم و فراست رکھنے والے شخص کی رائے ایک ان پڑھ شخص سے بہت معتبر ہوتی ہے۔ اقبال اپنی جدید اسلامی ریاست میں انتخاب کنندہ کے ساتھ ساتھ امیر ریاست کے حوالے سے بھی کچھ سفارشات پیش کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر امیر ریاست اللہ کے احکامات کو مانے اور رسول ﷺ کی اطاعت کرے، اخلاقِ حسنہ کا مالک ہو، اسے مذہب و شریعت کا ضروری علم ہو، عاقل و بالغ ہو، غیور و خوددار ہو، صاحبِ بصیرت اور دور اندیش ہونے کے ساتھ ساتھ شجاعت و دلیری کا پیکر ہو۔[14] اس کے سامنے بلند مقاصد ہوں۔ اس کی گفتگو لوگوں کے دلوں میں اتر جانے والی ہو۔ اس کا قلب افرادِ ریاست کے سوز سے لبریز ہو۔[15] اقبال ایسی خصوصیات سے مزین حکمران کو اپنی جدید اسلامی ریاست میں خوش آمدید کہتے ہیں۔ جدید اسلامی ریاست کے حکمران کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ ریاست کو اسلامی قوانین و ضوابط کے مطابق چلائے۔ جو لوگ

اسلامی قوانین سے انحراف کریں، ان کے خلاف آوازِ حق بلند کرے۔ حکمرانِ ریاست لوگوں کے سامنے جواب دہ ہے اور لوگ اس سے ہر معاملے میں باز پرس کرنے کے بھی مجاز ہیں۔[16]

اقبال کی خواہش ہے کہ مسلمان دینِ اسلام پر عمل پیرا بھی ہوں اور جدید تقاضوں سے ہم آہنگ بھی ہوں۔ اسی لیے اقبال ریاستی امور کی انجام دہی کے لیے قانون سازی پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں۔ قانون سازی کی اصل روح کو سمجھے بغیر ایک جدید اسلامی ریاست کا تصور ناممکن ہے۔

اقبال جدید اسلامی ریاست میں قانون سازی کے حوالے سے چار مآخذ قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس کا ذکر کرتے ہیں۔ اقبال قانون سازی کے حوالے سے قرآنِ پاک کو بنیادی ماخذ قرار دیتے ہیں۔[17] قرآن کے بعد جدید اسلامی ریاست میں قانون سازی کے اعتبار سے دوسرا بنیادی ماخذ حدیث ہے[18] کیونکہ حدیث کے صحیح فہم و ادراک کے بغیر قرآن پاک کی مکمل تشریح و توضیح ممکن نہیں۔ قرآن و حدیث کے بعد جدید اسلامی ریاست کی قانون سازی میں اجماع تیسرا ماخذ ہے۔ "کسی حکم شرعی پر کسی زمانے میں مسلمان مجتہدوں کا متفق ہو جانا اجماع کہلاتا ہے۔"[19] اقبال قانون سازی میں اجماع کو سب سے اہم ماخذ قرار دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> "Ijma which is ,in my opinion, perhaps the most important legal notion in Islam."[20]

عہدِ جدید کی ترقی کے ساتھ ساتھ انسانی مسائل میں جدت و تبدیلی آ رہی ہے اور ان جدید مسائل سے نبرد آزما ہونے کے لیے اجتہاد کی اہمیت سے روشناس ہونا از حد ضروری ہے۔ مگر افسوس! ہمارے علماء کرام اجتہاد کی قدر و منزلت سے ناواقف، تحقیقی ذہن سے عاری اور جدید مسائل کو منطقی انداز میں حل کرنے سے قاصر ہیں۔ اس حوالے سے "ضربِ کلیم" کی نظم "اجتہاد" کا یہ شعر قابلِ غور ہے:

ہند میں حکمتِ دیں کوئی کہاں سے سیکھے
نہ کہیں لذّتِ کردار نہ افکارِ عمیق [21]

اقبال کہتے ہیں کہ علما تقلید کی بجائے تحقیقی شعور کو اجاگر کریں اور اجتہادی بصیرت کو فروغ دیں۔ علما کی ایک معقول تعداد کو مجلسِ قانون ساز میں حصہ لینا چاہیے اور اس مجلسِ قانون ساز میں بننے والے قوانین کی تصدیق یا تردید کرنی چاہیے۔ بقول اقبال:

> "The Ulema should form a vital part of a Muslim legislative assembly."[22]

اقبال مجلسِ قانون ساز میں علما کو کلی اختیار دینے کے حق میں نہیں بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ علما کے ساتھ ساتھ معاشرے کے دیگر افراد جو گہری قانونی بصیرت رکھتے ہوں۔ وہ بھی مجلسِ قانون ساز میں حصہ لیں اور اپنے موقف کا اظہار کریں۔ یہی وہ طریقہ ہے جس سے نہ صرف ریاست فرقہ واریت سے محفوظ رہے گی بلکہ جدید مسائل کو منطقی انداز میں حل کرتے ہوئے اسلام کی جدت کو برقرار رکھنا ممکن ہو گا۔ بقول اقبال:

> "The transfer of the power of Ijtihad from individual representatives of schools to a Muslim legislative assembly which, ………..will secure contributions to legal discussion from laymen who happen to possess a keen insight into affairs."(23)

قرآن و حدیث اور اجماع کے بعد جدید اسلامی ریاست کی قانون سازی میں قیاس کی اہمیت و فرضیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اقبال کہتے ہیں:

> "The fourth basis of Fiqh is Qiyas, i.e. the use of analogical reasoning in legislation."(24)

اس حوالے سے ڈاکٹر محمد آصف اعوان رقم طراز ہیں:

> "اقبال کہتے ہیں کہ قیاس شریعتِ اسلامی کا چوتھا ماخذ ہے اور اس کا مطلب قانون سازی میں مماثلتوں کی بنا پر عقل و استدلال سے کام لے کر کوئی رائے قائم کرنا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ محض رائے قیاس نہیں کہلا سکتی بلکہ وہ رائے جس کی بنیاد قرآن و حدیث یا اجماع کا کوئی حکم یا فیصلہ ہو، قیاس کہلاتی ہے۔ مثال کے طور پر قرآن پاک میں شراب کی حرمت کی وجہ نشہ ہے۔ آج کے دور میں اگر اسی حکم کو بنیاد بنا کر یہ رائے قائم کی جائے کہ نشہ آور ٹیکے بھی حرام ہیں تو یہ رائے قیاس کے زمرے میں شمار ہو گی"(25)

گویا اقبال قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس کو جدید اسلامی ریاست کی قانون سازی میں ریڑھ کی ہڈی قرار دیتے ہیں۔

اس جدید اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ ایسے افراد پیدا کیے جائیں جو قہاری و غفاری اور قدوسی و جبروت جیسی صفات سے مزین ہوں۔ جو گفتار و کردار میں اللہ کی برہان ہوں(26)۔ جو یقینِ محکم اور عملِ پیہم کے علمبردار(27) ہوں۔ جن کی امیدیں قلیل اور مقاصد جلیل(28) ہوں۔ جن کی ٹھوکر سے صحرا اور دریا دو نیم ہو جائیں اور پہاڑ سمٹ کر رائی بن جائیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو مالِ غنیمت اور کشور کشائی کے طالب نہیں بلکہ ان کا اصل مطلوب و مقصود شہادت ہے۔(29) الغرض اقبال اپنی نگارشات میں جگہ جگہ جدید اسلامی ریاست کے مقاصد اور افرادِ ریاست کی نشاندہی کرتے ہیں۔

اقبال کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اس جدید اسلامی ریاست کو مضبوط و مستحکم بنایا جائے کیونکہ بین الاقوامی سطح پر کمزور سے کوئی ہمدردی نہیں کرتا اور کسی بھی قوم کی قوت ہی قابلِ قدر نگاہوں سے دیکھی جاتی ہے۔[30] گویا جدید اسلامی ریاست میں قوت کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ مطلق العنان ملوکیت، ملائیت اور نام نہاد تصوف کی نفی کی جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آمریت و بادشاہت نے اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کے ساتھ ساتھ جمہوریت کیا صل روح کو مسخ کیا ہے۔ ان روایتی ملاؤں نے اپنی کم علمی کی وجہ سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے اور ان نام نہاد صوفیا نے رہبانیت کا درس دیتے ہوتے لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے دور کیا ہے۔ اقبال ان تینوں منفی قوتوں کی طرف یوں اشارہ کرتے ہیں:

باقی نہ رہی تیری وہ آئینہ ضمیری
اے کُشتۂ سُلطانی و مُلّائی و پیری![31]

بین الاقوامی سطح پر ملتِ اسلامیہ کے استحکام کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان، مسلمان بھی رہیں اور جدید بھی ہوں۔ اس خواب کو پورا کرنے کے لیے اقبال جدید اسلامی ریاست میں ایک یونیورسٹی قائم کرنے کے خواہاں ہیں۔ جہاں مسلمان تاریخِ اسلام، علومِ اسلامی، اقتصادیات و عمرانیات، اخلاق و مذہب کے ساتھ ساتھ علومِ جدیدہ سے بہرہ مند ہو سکیں۔ اقبال چاہتے تھے کہ "الندوہ، علی گڑھ کالج، مدرسہ دیوبند اور اس قسم کے دوسرے مدارس"[32] کی شیرازہ بندی ایک مثالی دارالعلم کی صورت میں کی جائے۔ یعنی جب مذہبی اور تعلیمی اداروں کو ایک مرکز پر جمع کیا جائے گا اور مسلمانوں کی مذہبی و اخلاقی اور ذہنی و فکری آبیاری کی جائے گی تب ہی اسلام کا صحیح رنگ غالب آئے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ اقبال ہمیں اہلِ مغرب کی مثال دیتے ہیں کہ جنھوں نے جنگِ عظیم اول سے سبق اندوز ہو کر جنیوا کو اپنی جمعیت کا مرکز[33] بنا کر خود کو مستحکم کیا اور اپنی قوتوں کا لوہا منوایا۔ بالکل اُسی طرح عہدِ حاضر میں مسلم ممالک کو بھی متحد ہونا چاہیے۔

عصرِ حاضر میں اسلامی ممالک کی سب سے بڑی تنظیم (Organisation of Islamic Countries) ہے۔[34] اس تنظیم (OIC) کا اصل مقصد ملتِ اسلامیہ کی فلاح و بہبود، مسلمانوں کے مقدس مقامات کی حفاظت اور اتحادِ عالمِ اسلام کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی سطح پر مسلمانوں کی سماجی و معاشی حالتِ زار کو بہتر بنانا ہے،[35] مگر عملی لحاظ سے اس تنظیم (OIC) نے مسلمانوں کی ترقی و ترویج کے لیے کوئی کلیدی کردار ادا نہیں کیا۔ اس تنظیم (OIC) کو فعال بنانے کی ضرورت ہے تاکہ فلسطین، کشمیر اور چیچنیا جیسی مسلم ریاستوں میں ظلم و استبداد کو روکا جائے اور بین الاقوامی سطح پر ملتِ اسلامیہ کی بھرپور نمائندگی کی جائے۔ اگر اس تنظیم (OIC) کے زیرِ اثر تمام مسلم ممالک یکجا ہو جائیں اور اجتماعی طور پر یہ طے کر لیں کہ مسلم دنیا نے مغربی دنیا کے کن کن ممالک سے تعلقات استوار کرنے اور کن کن ممالک سے کنارہ کشی اختیار کرنی ہے، تو یقین جانیے

کہ مغربی دنیا بھی مسلمانوں کی صحیح قوت کو پہچانے گی اور کوئی بیرونی طاقت ملتِ اسلامیہ کی طرف میلی آنکھ سے نہ دیکھے گی۔ الغرض یہی وہ اہم نکات ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر اقبال کی جدید اسلامی ریاست کا قیام و استحکام ممکن ہو گا۔

حوالہ جات و حواشی

1. خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام (لاہور: الفیصل پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء) ص، ۲۸۱
2. محمد اقبال، کلیاتِ اقبال (اردو) (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، ۱۹۷۳ء) ص444
3. ایضاً، ص159
4. جاوید اقبال، ڈاکٹر، مقالاتِ جاوید، اسلام میں ریاست کا تصور، مشمولہ: مقالاتِ جاوید، مرتبہ: محمد سہیل عمر (لاہور: اقبال اکادمی، 2011ء،) ص16
5. Muhammad Iqbal, The Reconstruction of Religious Thought in Islam, (Lahore: Iqbal Academy, 1989,) P.126
6. Muhammad Iqbal, Speeches, Writings and Statements of Iqbal, Complied and Edited by Latif Ahmad Sherwani, (Lahore: Iqbal Academy,1995,)p.11
7. محمد اقبال، کلیاتِ اقبال (اردو)، ص160
8. Muhammad Iqbal,The Reconstruction of Religious Thought in Islam, P.122
9. Muhammad Iqbal, Speeches, Writings and Statements of Iqbal , P.9
10. عبد الرحمٰن کیلانی، مولانا، خلافت و جمہوریت (لاہور: مکتبہ السلام، ۲۰۰۲ء،) ص ۶۴۔۶۶
11. محمد اقبال، خلافتِ اسلامیہ، مشمولہ: مقالاتِ اقبال، مرتبہ: سید عبد الواحد معینی (لاہور: القمر انٹرپرائزز، ۲۰۱۱ء) ص128
12. ایضاً، ص۱۳۸
13. محمد اقبال، کلیاتِ اقبال (اردو)، ص611
14. محمد اقبال، خلافتِ اسلامیہ، ص134
15. محمد اقبال، کلیاتِ اقبال (اردو)، ص341
16. مودودی، ابو الاعلیٰ، سید، اسلامی ریاست (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۶۷ء) ص368
17. Muhammad Iqbal, The Reconstruction of Religious Thought in Islam, P.131
18. Ibid,P. 135
19. صبحی محمصانی، ڈاکٹر، فلسفۂ شریعتِ اسلام، مترجم: مولوی محمد احمد رضوی، (لاہور: مجلس ترقیٔ ادب، ۱۹۹۹ء) ص ۱۵۵
20. Muhammad Iqbal,The Reconstruction of Religious Thought in Islam, P. 137
21. محمد اقبال، کلیاتِ اقبال (اردو)، ص484
22. Muhammad Iqbal,The Reconstruction of Religious Thought in Islam, P.139-140
23. Ibid,P. 138

24. Ibid,P. 140

25. محمد آصف اعوان، ڈاکٹر، مَعارفِ خُطباتِ اقبال (اَجمالی، تحقیقی و توضیحی مطالعہ) (لاہور: نشریات، 2014ء) ص ۲۳۲

26. محمد اقبال، کلیاتِ اقبال (اردو)، ص ۵۲۲

27. ایضاً، ص ۲۷۲

28. ایضاً، ص ۳۸۹

29. ایضاً، ص ۳۹۷

30. Muhammad Iqbal,The Reconstruction of Religious Thought in Islam, P. 126

31. محمد اقبال، کلیاتِ اقبال (اردو)، ص 670

32. محمد اقبال، ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر، مشمولہ: مقالاتِ اقبال، مرتبہ: سید عبدالواحد معینی (لاہور: القمر انٹرپرائزز، ۲۰۱۱ء) ص 176

33. محمد اقبال، کلیاتِ اقبال (اردو)، ص 609

34. معاذ حسن، اسلامی ممالک (لاہور: تخلیقات، 1996ء) ص 177

35. اردو انسائیکلوپیڈیا، مرتبہ: فیروز سنز (لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ، طبع سوم، ۱۹۸۴ء) ص 83